عبدالرشید عراقی

خاندان شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری خدمات

برِصغیر صدیوں تک اسلامی تہذیب و ثقافت کا مرکز رہ چکا ہے جس کے آثار و نقوش اس کے ذرّہ ذرّہ پر ثبت ہیں۔ یہاں کے علما اور اصحابِ کمال کے علمی، دینی اور تہذیبی کارنامے دیگر اسلامی ملکوں سے کم نہیں۔ دینی علوم وفنون میں برِصغیر میں جو علما پیدا ہوئے، ان کی علمی عظمت دُنیا اسلامی اور عرب ممالک میں بھی مسلم تھی۔ تفسیر قرآن مجید کی طرف بھی برصغیر کے علمائے کرام نے بڑا اعتنا کیا ہے۔

برصغیر میں ایک طویل عرصہ تک مسلمان سلاطین حکمران رہے، ان کے عہدِ اقتدار میں اس سرزمین سے بے شمار علما، مفسرین، محدثین اور فقہا پیدا ہوئے۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز میں مغل فرمانروا اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء / ۱۱۱۷ھ) مغلیہ سلطنت کے انحطاط و زوال کا پیش خیمہ تھی۔ بلکہ یہ برصغیر کی سیاسی بدامنی، معاشی ومعاشرتی بدحالی اور اخلاقی و مذہبی بدنظمی کا نقطۂ آغاز بھی ثابت ہوا اور آخر مغل سلطنت آپس میں خانہ جنگی اور انتشار کا شکار ہوئی، جس کے نتیجہ میں سلطنت مغلیہ کا جاہ وجلال ختم ہوگیا۔ ایک طرف انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ ان پر تسلط جمایا اور دوسری طرف نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نے ان پر حملے کرکے ان کی قوت ختم کردی۔ بالآخر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد اس عظیم سلطنت کا ڈھانچہ بکھر کر رہ گیا۔ ایسے نازک دَور میں بظاہر علم وفن کی ترقی کا امکان نظر نہیں آتا، لیکن قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ برصغیر میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کا نقطۂ آغاز ہی روزِ علت ہے۔

ڈاکٹر عبدالغنی لکھتے ہیں کہ

> ''حکومتِ مغلیہ کے زوال و انحطاط، عام امرا کی تعیش کوشی اور اسی دور میں انگریزوں کے روز افزوں تسلط کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اسلامیانِ ہند اپنی توانائی کھو چکے تھے، لیکن جب معاشرہ کی مجموعی زندگی پر نگاہ ڈالی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ دور دراصل ان کی دینی، فکری اور سیاسی نہضت کا دور ہے۔ اس کے آغاز میں ہم حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (۱۶۵۰ء-۱۷۲۹ء) کو مدرسہ خانم بازار دہلی میں احیائے دین کی کوششوں میں مصروف دیکھتے ہیں۔ یہیں سے تصوف کی وہ عوامی تحریک شروع ہوئی جو بالآخر تمام برصغیر میں پھیل گئی۔ شاہ عبدالرحیمؒ (۱۶۴۴ء-۱۷۱۸ء) کا دہلی میں مدرسہ رحیمیہ بھی اسی دور کے آغاز میں اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ اس مدرسے میں احسان وسلوک کے علاوہ علم ظاہر پر زور دیا جاتا تھا۔ یہیں سے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک زبردست انقلابی تحریک شروع ہوئی۔''

[تاریخ اَدبیات مسلمانان پاکستان وہندوستان: ۵/ ۲۱]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اس دورِ نہضت کے گل سرسبد ہیں جو مدرسہ رحیمیہ کے فیض یافتہ اور شاہ عبدالرحیم کے فرزند ارجمند تھے۔ شاہ صاحب نے اپنی مجتہدانہ علمی بصیرت سے اسلامی علوم وفنون میں ایک نئی رُوح پھونکی اور اس کو مستقل ایک علمی تحریک کی صورت دی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، مغل فرمانروا اورنگزیب عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) سے چار سال قبل ۴ شوال ۱۱۱۴ھ بمطابق فروری ۱۷۰۳ء کو یوپی کے ضلع مظفرنگر کے قصبہ پھلت میں پیدا ہوئے۔ ولادت کے وقت آپ کے والدِ محترم شاہ عبدالرحیم کی عمر ۶۰ سال تھی۔ اس وقت ملک میں جہالت اور تاریکی کا دور دورہ تھا، لوگ عدل وانصاف اور مذہب واخلاق سے بہت دور ہٹ چکے تھے، اس کے ساتھ ساتھ خارجی اور داخلی طاقتیں مسلمانوں کی باہمی نااتفاقی اور گروہ بندی سے فائدہ اٹھا کر دینِ اسلام کی مخالفت پر کمربستہ اور مغلیہ حکومت کا بستر گول کرنے کے درپے تھیں۔ اس وقت شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی ایسا مردِ مجاہد اور عظیم مدبر میدانِ عمل میں اُترے جو موجودہ مردہ اجسام میں اسلامی عقائد کے احیا اور مسلم معاشرے کی معقول تربیت واصلاح کیلئے انقلابی روح پھونکے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو پیدا فرمایا، جنہوں نے اس پرآشوب دور میں پیامِ محمدی کی ازسرنو تجدید کا بیڑا اُٹھایا، ان کا سب سے عظیم کارنامہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی تنظیم واصلاح تھی۔

علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) فرماتے ہیں:

''ابن تیمیہؒ اور ابن رشدؒ کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو علمی تنزل شروع ہوا۔ اس لحاظ سے یہ اُمید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحبِ دل ودماغ پیدا ہوگا۔ لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانے میں اسلام کا نفس واپسیں تھا۔ شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے۔'' [تاریخ علم کلام، ص۸۰]

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۲ء) لکھتے ہیں کہ

''ہندوستان کی یہ کیفیت تھی کہ جب اسلام کا وہ دفتر تاباں نمودار ہوا جس کو دُنیا شاہ ولی اللہ دہلوی کے نام سے جانتی ہے تو مغلیہ سلطنت کا آفتاب لبِ بام پر تھا، مسلمانوں میں رسوم وبدعات کا زور تھا، جھوٹے فقرا اور مشائخ جا بجا اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے۔ مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق وحکمت کے ہنگاموں سے پرنور تھا۔ فقہ وفتاویٰ کی لفظی پرستش ہر فقیہ کے پیش نظر تھی۔ مسائل فقہ میں تحقیق وتدقیق سب سے بڑا مذہبی جرم تھا۔ عوام تو عوام خواص تک قرآنِ پاک کے معانی ومطالب واَحادیث کے احکام وارشادات اور فقہ کے اسرار ومصالح سے بے خبر تھے۔ شاہ صاحب کا وجود اس عہد میں اہل ہند کیلئے ایک موہبت عظمیٰ اور عطیۂ کبریٰ تھا۔'' [مقالات سلیمان: ۲/ ۴۴]

اعترافِ عظمت

شاہ ولی اللہ دہلوی بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، فقیہ بھی تھے اور مجتہد بھی، متکلم بھی تھے اور معلم بھی، مبصر بھی تھے اور نقاد بھی، مدرس بھی تھے اور مصنف بھی۔ آپ نے دینِ اسلام کی نشر واشاعت، کتاب وسنت کی ترقی وترویج اور شرک وبدعات اور محدثات کی تردید وتوبیخ کے سلسلہ میں جو کارنامے سرانجام دیئے، اس کی مثال برصغیر کی تاریخ میں ایک سنہری باب ہے۔

مولانا سید نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) ان کی علمی خدمات اور مجتہدانہ تحقیقات کو خراج تحسین پیش کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

انصاف ایں است کہ اگر وجود او صدر اول و زمانہ ماضی می بود، امام الائمہ و تاج المجتہدین یشمروہ می شد [اتحاف النبلاء: ص۴۳۰]

''حقیقت یہ ہے کہ ان کا وجودِ گرامی اگر دورِ اوّل اور زمانۂ ماضی میں ہوتا تو ان کا شمار امام الائمہ اور سربرآوردہ مجتہدین کی جماعت میں کیا جاتا۔''

اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو قرآن وحدیث کی فہم وفراست اور علومِ اسلامیہ پر مکمل دسترس اور مجتہدانہ بصیرت عطا فرمائی تھی۔ آپ کے شیوخِ حرم بھی اس کے معترف تھے، مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی (م۱۹۲۳ء) نے نزہۃ الخواطر میں آپ کے اُستادِ حدیث شیخ ابُوطاہر کردی (م۱۱۴۵ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے:

إنّه یسند عني اللفظ وکنتُ أصحّ منه المعنی. [نزھۃ الخواطر: ۶/ ۴۰۴]

''اُنہوں نے مجھ سے الفاظ کی سند حاصل کی اور میں نے ان سے الفاظ کے معنی ومغز کو سمجھا۔''

وفات

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ۲۹/ محرم ۱۱۷۶ھ بمطابق ۲۱/ اگست ۱۷۶۲ء کو بوقتِ ظہر رحلت فرمائی اور دلی دروازہ کے جانب قبرستان مہندیاں میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ [تاریخ دعوت وعزیمت: ۵/ ۱۲۷]

علم تفسیر

مسلمانوں کی اصلاح وہدایت کا دار ومدار اور معیاری سرچشمہ قرآن مجید ہے، اسی لئے ابتدا ہی سے مسلمانوں نے قرآنِ مجید کی خدمت اور اس میں فہم وتدبر کو اپنے لئے سرمایۂ سعادت سمجھا۔ خود آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تبین وتشریح کی خدمت پر مامور تھے، جیسا کہ قرآنِ مجید نے اعلان کیا ہے:

﴿ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل: ۴۴]

''اور ہم نے تمہاری جانب ذکر (قرآن مجید) کو اُتارا ہے تاکہ تم لوگوں سے اسے بیان کردو تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

عہدِ صحابہ وتابعین میں قرآنِ مجید کو سیکھنے سکھانے کا خاص اہتمام تھا۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں اُمت میں ایسے اہل علم پیدا ہوئے جو قرانِ مجید میں غواصی کرکے اس کے حقائق ودقائق اور عجائب کی تلاش کرتے رہے ہیں۔ قرآنِ مجید کی طلب وتحصیل اور اسکے معانی ومطالب کی تشریح وتوضیح کرنے والی یہی جماعت مفسرین کے نام سے موسوم ہوئی۔

قرآن مجید سے متعلقہ تصانیف

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی قرآنِ مجید سے متعلق تین تصانیف ہیں: ① فتح الرحمان فی ترجمۃ القرآن ② الفوز الکبیر فی اُصول التفسیر ③ فتح الخبیر

فتح الرحمان فی ترجمۃ القرآن

◆ یہ ترجمہ حسن وخوبی میں لاثانی ہے، اس کی مختصر شرح بہت سے فوائد کی حامل ہے، دراصل یہ فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی وسعت معلومات، ذوقِ مطالعہ اور ان کی جلالت علمی کا آئینہ دار ہے۔

شاہ صاحب نے یہ ترجمہ ۱۱۴۳ھ میں شروع کیا، ابھی پہلی تین سورتوں کا ترجمہ مکمل ہوا تھا کہ آپ حج بیت اللہ کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ ۱۱۴۵ھ کو وہاں سے واپسی ہوئی تو آپ نے اس کو دوبارہ شروع کیا بالآخر ۱۱۵۱ھ میں یہ ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

شاہ صاحب نے اس ترجمہ کا نام 'فتح الرحمٰن' رکھا ہے اور آغاز میں ۱۵ صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بڑا علمی، جامع، تحقیقی اور بصیرت افروز ہے۔ اس مقدمہ میں ترجمہ قرآن کی ضرورت، طلبہ کیلئے اس کی افادیت اور عوام الناس کو اس کی طرف راغب کرنے کی ہدایت بھی دی گئی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''اگر انصاف سے دیکھو تو قرآن کا نزول موعظت و ہدایت ہی کیلئے ہوا ہے۔ اس کے الفاظ کا پڑھنا بھی غنیمت ہے، گو وہ فی نفسہٖ مقصود نہیں ہے۔ اس شخص کے حصہ میں بھلا اسلام کی حقیقت کیا آئے گی جو قرآنِ مجید کے مفہوم کو نہ سمجھے؟ اور اس کو کیونکر حلاوت مل سکتی ہے جو اس کے مضمون سے ناواقف ہو؟'' [مقدمہ فتح الرحمان]

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآنِ مجید سے مسلمانوں کے عقائد میں بہتری آئی، کتاب وسنت کا بول بالا ہوا اور شرک و بدعت کا خاتمہ ہوا۔ مولانا محمد رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں اس وقت فلسفہ اور معقول کی بڑی گرم بازاری تھی، قرآن وحدیث کا چرچا نہایت دھیما تھا۔ عوام وخواص پیر پرستی کی پیچ در پیچ بھول بھلیوں میں حیران وسرگرداں تھے۔ اسلام شرک میں گھی کھچڑی ہو رہا تھا اور مسلمان صدہا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے۔ شرک و بدعت کا ایک عظیم الشان اور طوفان خیز سمندر چاروں طرف بہہ رہا تھا جس کی خوفناک موجیں اور دہشت انگیز لہریں اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی تھیں۔ اس وقت اس خدا کے برگزیدہ اور اسلام کے سرپرست یعنی مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآنِ مجید کا ترجمہ کر کے شرک و بدعت کی عمارت کو بنیاد سے اکھیڑ پھینکا اور قرآن وحدیث کی اشاعت میں اس درجہ کوشش کی کہ ہوا کا رُخ اِدھر سے اُدھر پلٹ گیا۔'' [حیات ولی: ص ۵۴۶]

الفوز الکبیر فی اُصول التفسیر

شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ رسالہ بزبان فارسی اُصولِ تفسیر پر نہایت مفید، بصیرت اَفروز اور جلیل القدر تصنیف ہے۔ مختصر ہونے کے باوجود اس قدر جامع ہے کہ قرآن مجید سے متعلقہ تمام مضامین کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ شاہ صاحب کا اہم اور تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ اُنہوں نے پہلی مرتبہ اسلامی علوم وفنون پر جمود وعقل کے خلاف آواز بلند کی اور فن اصولِ تفسیر کے موضوع پر اپنے رسالہ 'الفوز الکبیر' کے ذریعہ مفسرین کو لائحہ عمل دیا۔ اس کے بعد برصغیر میں فن تفسیر میں تجدیدی اور مجتہدانہ کارنامے انجام دیئے گئے اور اس خطے کو فن تفسیر میں ایک خاص امتیاز حاصل ہوا۔

مولانا محمد رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

''الفوز الکبیر فی اُصول التفسیر (فارسی) بہت ہی چھوٹا رسالہ ہے جو اُصولِ تفسیر میں لکھا گیا ہے، لیکن باوجود اس قلیل الحجم ہونے کے، اس درجہ مطالب خیز ہے جس کے دیکھنے سے تعجب اور تعجب کے ساتھ حیرت ہوتی ہے کہ اُصول تفسیر کے عمیق اور گہرے دریا کو اس مختصر کوزے میں کس طرح بند کیا گیا ہے۔ اصول تفسیر کے وہ اہم اور پیچیدہ مباحث جو بڑی بڑی کتابوں سے بمشکل حل ہوسکتے تھے، شاہ صاحب نے ایسی مختصر اور سہل عبارت میں طے کر دیئے ہیں جس سے کم استعداد کے طلبہ بھی خاطر خواہ متمتع ہوسکتے اور معتد بہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ عبارت کی عمدگی اور مطالب کی دلچسپی پر مؤلف کو جتنا بھی ناز ہو کسی طرح نازیبا نہیں ہے۔ جس مقام سے کتاب کو اٹھا کر دیکھا جاتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

مضامین کا ایک دریا امڈ چلا آرہا ہے۔ ہر ہر فقرے سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے، اسی قدر مطالب سے مؤلف کی شان ٹپکتی ہے۔ تو اس مختصر رسالے کا مطالعہ بڑی بڑی تفاسیر کے دیکھنے اور برسوں کے مطالعہ کرنے سے شائقین کو مستغنی کر رہا ہے۔'' [حیات ولی: ص۵۴۸]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م۱۹۹۹ء) 'الفوز الکبیر' کے بارے میں فرماتے ہیں:

''خواص اہل علم کے حلقہ میں تدبرِ قرآن کی صلاحیت پیدا کرنے اور اس کے ذریعہ سے اُمت کی اصلاح کا جذبہ بیدار کرنے کے سلسلہ میں شاہ صاحب کی ایک تجدیدی و انقلابی خدمت اور کارنامہ 'الفوز الکبیر' کی تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر (ہمارے علم میں پوری اسلامی کتب میں) منفرد کتاب ہے۔ اُصولِ تفسیر پر کوئی چیز عام طور پر نہیں ملتی، صرف چند اُصول وقواعد تفاسیر کے مقدمہ میں یا اپنا طرزِ تصنیف بیان کرنے کیلئے بعض مصنّفین چند سطروں میں لکھ دیتے ہیں۔ شاہ صاحب کی کتاب الفوز الکبیر بھی اگرچہ مختصر ہے لیکن پوری کتاب سراسر نکات وکلیات ہے اور درحقیقت ایک جلیل القدر عالم کی، جس کو فہم قرآن کی مشکلات کا علمی تجربہ ہے، ایک قیمتی اور نادر بیاض ہے۔''

[تاریخ دعوت وعزیمت: ۵/ ۱۵۰، ۱۵۱]

'الفوز الکبیر' کو شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

باب اوّل ان علوم پنجگانہ کے بیان میں کہ قرآنِ عظیم نے صراحت کے ساتھ ان کو بیان کیا ہے۔

پہلی فصل: علم مباحثہ کے بیان میں۔ فصل دوم: باقی علوم پنجگانہ کے بیان میں۔

باب دوم وجوہ خفائے نظم قرآن کے بیان میں، اور ان وجوہ کا علاج نہایت وضاحت کے ساتھ۔

فصل اوّل: قرآن مجید کے الفاظِ نادرہ کی شرح کے بیان میں۔

فصل دوم: ناسخ ومنسوخ کے بیان میں

فصل سوم: اس باب کے باقی مباحث کے بیان میں

باب سوم قرآن مجید کے اسلوبِ بدیع کے بیان میں

باب چہارم فنونِ تفسیر اور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے اختلاف فی التفسیر کے حل میں۔

فصل اوّل: اُن آثار کے بیان میں جو کتبِ تفسیر اہل حدیث میں مروی ہیں اور اس کے متعلقات کتبِ تفسیر میں مذکور آثار اسباب نزول کے بیان کے متعلق ہوتے ہیں۔

فصل دوم: اس باب کے باقی لطائف کے بیان میں (مسائل کا استنباط)

فصل سوم: غرائبِ قرآنی جن کو احادیث میں مزید اہتمام اور فضیلت سے خاص رکھا گیا ہے۔

فصل چہارم: علم تفسیر کے ان وہبی علوم میں سے جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے قصوں کی تاویل بھی ہے۔

الفوز الکبیر کا عربی ترجمہ مصر کے ایک عالم علامہ محمد منیرالدین دمشقی نے کیا جو مطبوع ہے۔ المکتبة السلفية لاہور نے یہ عربی ترجمہ ۱۹۵۵ء میں شائع کیا۔ اس کا اُردو ترجمہ مولوی رشید احمد انصاری مرحوم نے کیا، جو جولائی ۱۹۵۵ء کو مکتبہ برہان دہلی نے شائع کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۸۸ ہے۔

فتح الخبیر

یہ عربی زبان میں ہے۔ اُصول تفسیر میں الفوز الکبیر کا دوسرا حصہ ہے۔ شاہ صاحب نے اس کا نام فتح الخبیر بما لا بدّ من حفظه في علم التّفسير رکھا ہے۔ مولانا محمد رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

''یہ رسالہ عربی زبان میں نہایت لاجواب اور اعلیٰ درجہ کا لکھا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کے مشکل وغریب لغات، سہل اور متعارف الفاظ میں حل کئے گئے ہیں اور جابجا قرآنی آیات کی تفسیر جناب نبی کریم ﷺ کی صحیح ومشہور احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مستند اقوال سے کی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی ضروری کتاب ہے جس سے قرآنِ مجید کے معانی پڑھنے والے کو انتہا سے زیادہ مدد ملتی ہے اور وہ بآسانی قرآن مجید کے مطالب سمجھنے پر حاوی ہوجاتا ہے۔'' [حیات ولی: ص۵۴۹]

فتح الخبیر، الفوز الکبیر کا پانچواں باب بھی ہے اور علیحدہ رسالہ بھی۔ یہ دراصل الفوز الکبیر کے باب دوم، فصل اوّل کی شرح ہے جس کا عنوان ہے: قرآنِ مجید کے الفاظِ نادرہ کی شرح کے بیان میں۔

اس میں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''غرائبِ قرآن کی شروح میں بہترین شرح مترجم القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جو ابن ابی طلحہ کے طریق روایت سے صحت کے ساتھ ہمیں پہنچی ہے اور خالصا امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح بخاری میں اس طریق پر اعتماد فرمایا ہے۔ اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ضحاک کے طریق اور نافع بن الارزق کے سوالات پر ابن عباسؓ کے جوابات کا مرتبہ ہے۔ ان تینوں طریقوں کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اتقان میں ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد شرح غرائب کا رُتبہ ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ائمہ تفسیر سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد وہ شروح غرائب قرآنی ہیں جن کو دوسرے مفسرین نے حضرات صحابہ وتابعین اور تبع تابعین سے روایت کیا ہے۔ مجھ کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے پانچویں باب میں غرائب قرآنی کے تمام معتبر شروح کو مع شانِ نزول بیان کردوں اور اس باب کو مستقل رسالہ قرار دوں تاکہ جو چاہے اسے اس رسالہ میں شامل کرے اور جو چاہے اس کو جداگانہ یاد کرے۔'' [الفوز الکبیر (اُردو): ص۳۱]

'فتح الخبیر' میں شاہ صاحب نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تینوں طرق سے مروی اقوال کو یکجا کر دیا ہے اور بعض مقامات پر منتخب اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ نیز امام بخاری، امام ترمذی اور امام حاکم رحمہم اللہ کی وہ تفسیری خدمات بھی نقل کی ہیں جو شانِ نزول سے متعلق ہیں۔

مولانا محمد عارف اعظمی عمری رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ لکھتے ہیں:

''فتح الخبیر کی تالیف سے شاہ صاحب کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ تفسیری مرویات ہر مفسر کو اَزبر یاد ہونی چاہئیں جیسا کہ رسالہ کے نام سے بھی ظاہر ہے اور اسی لئے انہوں نے ان مرویات کی سندوں کو نقل کرنے کے بجائے صرف متن کو یکجا کردیا ہے تاکہ حفظ واستفادہ میں سہولت رہے۔ مختصر یہ کہ الفوز الکبیر مع فتح الخبیر علم التفسیر کا ایک بیش قیمت خزانہ ہے، بظاہر کمیت کے اعتبار سے یہ کتاب مختصر معلوم ہوتی ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ اپنی معنویت اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے یہ علم تفسیر کا مغز ہے جس نے فن تفسیر کے فروغ میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اور آج بھی اس سے مفسرین بے نیاز نہیں ہیں۔''

[تذکرہ مفسرین ہند: ۲/ ۱۶۶]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

شاہ عبدالعزیز، شاہ ولی اللہ دہلوی کے فرزند اکبر تھے۔ ۲۵ر رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ مطابق ۱۰ر اکتوبر ۱۷۴۶ء کو

پیدا ہوئے۔ ۱۵؍سال کی عمر میں علومِ دینیہ سے فراغت پائی اور تمام علوم اپنے والدِ محترم سے پڑھے۔

مولوی رحمان علی تذکرہ علمائے ہند میں لکھتے ہیں:

بعمر پانزده سالگی بخدمت والد ماجد خود از تحصیل علوم عقلیه و نقلیه وتکمیل فضیله وجلیه خارج شد [تذکرہ علمائے ہند: ص ۱۲۲]

''۱۵؍سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے تمام علومِ عقلیہ ونقلیہ اور کمالاتِ ظاہری و باطنی سے فراغت حاصل کر لی۔''

۱۱۷۶ھ میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے رحلت فرمائی تو ان کی مسندِ تدریس کے جانشین ہوئے۔ آپ نے اپنے آبائی مدرسہ میں نصف صدی سے زیادہ قرآن وحدیث کا درس دیا۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز نے تمام علوم اپنے پدر بزرگوار سے پڑھے اور ان کے شروع کئے ہوئے کاموں کو آگے بڑھایا اور درس وتدریس کا ہنگامہ برپا کیا، علم حدیث وسنت کوفروغ دیا اور اہل تشیع کے ردّ میں 'تحفہ اثناعشریہ' لکھی، قرآن کی فارسی میں تفسیر لکھی، محدثین اور کتبِ حدیث کے حال میں 'بستان المحدثین' تالیف کی۔ اُصولِ حدیث میں 'عجالہ نافعہ' نامی چھوٹا سا رسالہ لکھا۔ ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔'' [مقالاتِ سلیمان: ۲/ ۴۸]

تفسیر فتح العزیز

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی قرآنِ مجید کی تفسیر 'فتح العزیز' اپنی نوعیت کی ایک ممتاز اور بہترین تفسیر ہے، مگر یہ تفسیر نامکمل رہی۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتدائی ۱۸۴ آیات کی تفسیر پہلی جلد میں ہے اور آخری دو پاروں کی علیحدہ تفسیر ہے۔

مولانا محمد رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

''یہ تفسیر ایک ایسے نرالے ڈھنگ میں لکھی گئی ہے جس کی نظیر سے تمام متقدمین ومتاخرین کے حلقے خالی ہیں۔ اس میں تمام علوم وفنون کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں اور ہر علم کا کافی نمونہ دکھایا گیا ہے۔ جس سے مؤلف کی شانِ علم اور علمی تبحر بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔'' [حیاتِ ولی: ص ۶۱۸]

یہ تفسیر علمی حلقوں میں خاصی مقبول ہے، اس میں بہترین علمی نکات بیان کئے گئے ہیں، عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ شاہ صاحب کی یہ تفسیر نامکمل رہی اور اس کا جس قدر حصہ طبع ہوا ہے وہ لکھا گیا تھا، لیکن مولانا حکیم عبدالحی حسنی فرماتے ہیں:

وهو في مجلدات كبار ضاع معظمها في ثورة الهند، وما بقي منها إلا مجلدان من أول وآخر. [نزهة الخواطر: ۷/ ۲۷۳، ۲۷۴]

''یہ تفسیر کئی ضخیم جلدوں میں تھی جس کا زیادہ تر حصہ ہندوستان کے غدر میں تلف ہوگیا اور صرف اوّل وآخر کی دوجلدیں باقی بچیں۔''

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے یہ تفسیر مکمل کر لی تھی لیکن اس کا بہت بڑا حصہ ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ضائع ہوگیا۔ جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر عضد الدین آف علی گڑھ اپنے مقالہ 'تفسیر فتح العزیز چند

حقائق کی روشنی میں' میں رقمطراز ہیں:

''شاہ عبد العزیز صاحب نے جیسا کہ مقدمہ سے ظاہر ہے، پہلے سورہ فاتحہ اور آخر کے دو پاروں کی تفسیر شیخ مصدق الدین کو اِملا کرائی، مگر بعد میں لوگوں کے اِسرار پر یہ خیال ہوا ہوگا کہ پورے قرآنِ مجید کی تفسیر لکھی جائے چنانچہ انہوں نے سورۂ بقرہ سے اس کو شروع کیا اور اٹھائیسویں پارہ کے آخر تک پوری تفسیر لکھوا دی۔''

[معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۶۷ء: ص ۲۱]

پروفیسر ڈاکٹر محمد سالم قدوائی (علی گڑھ) اپنی کتاب 'ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں' میں لکھتے ہیں کہ تفسیر فتح العزیز جسے عام طور پر نامکمل سمجھا جاتا ہے، مکمل ضرور ہوگئی تھی۔ [ہندوستانی مفسرین اور انکی عربی تفسیریں: ص ۲۵۵]

بعض اہلِ قلم نے لکھا ہے کہ یہ تفسیر مکمل نہیں ہوئی اور جو تفسیر اس وقت ملتی ہے، یعنی

جلد اوّل: سورۂ فاتحہ و بقرہ (رُبع پارہ دوم کے قریب آیت ﴿ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ تک)

جلد دوم: سورۂ ملک تا سورۂ مرسلات (پارہ: ۲۹)

جلد سوم: سورہ نبا تا سورۃ الناس (پارہ: ۳۰)

بہر حال شاہ صاحب کی یہ تفسیر آپ کی وسعتِ علم اور ذوقِ مطالعہ کی آئینہ دار ہے۔ یہ تفسیر مطبوع ہے، پہلی دفعہ ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۱ء، دوسری بار ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء کلکتہ سے شائع ہوئی۔ بعد ازاں ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۴ء اور ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۵ء میں اُردو ترجمہ کے ساتھ بھی طبع ہوئی۔ [شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات: ص ۲۵۸]

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ

شاہ رفیع الدین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے دوسرے بیٹے تھے۔ ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ علومِ اسلامیہ کی تحصیل اپنے والد اور شاہ عبد العزیز سے کی۔ ۲۰ر سال کی عمر میں مفتی اور مدرس کا منصب سنبھالا۔

علم و فضل کے اعتبار سے جامع الکمالات تھے، تمام علوم اسلامیہ پر ان کو یکساں قدرت حاصل تھی، معقولات و منقولات پر بھی غیر معمولی دسترس رکھتے تھے، شعر و شاعری سے بھی اُن کو شغف تھا۔ ان کی ساری زندگی قرآن وحدیث کی تدریس میں بسر ہوئی اور ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۶ر شوال ۱۲۳۳ھ / ۹ر اگست ۱۸۱۸ء کو رحلت فرمائی۔

تفسیری خدمات

قرآنِ مجید سے متعلق شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جو تحریری خدمات انجام دیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

① قرآن مجید کا ترجمہ بزبانِ اُردو (تحت اللفظ)

② تفسیر آیتِ نور ③ تفسیر سورۂ بقرہ (تفسیر رفیعی)

ترجمہ قرآن مجید

شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرآنِ مجید کا ترجمہ فارسی میں بنام 'فتح الرحمٰن' کیا۔ شاہ رفیع الدین دہلوی نے قرآنِ مجید کا ترجمہ اُردو میں (تحت اللفظ) کیا ہے۔

مولانا محمد رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

''شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے قرآنِ مجید کا لفظی ترجمہ کیا ہے جو دریائے جمنا سے لے کر فرات تک نہایت مقبولیت کے ساتھ پھیلا ہوا ہے اور جس سے عام خلائق مستفیض ہو رہی ہے۔'' [حیاتِ ولی: ص ۶۳۰]

علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

''شاہ رفیع الدین صاحب نے اپنے پدرِ بزرگوار سے علم کی تحصیل کی، علم حدیث کا درس دیا، متعدد رسالے لکھے اور سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اب جب کہ فارسی کے بجائے اُردو زبان ملک کی زبان ہو رہی تھی، قرآنِ پاک کا تحت اللفظ ترجمہ اس خوبی سے کیا کہ آج بھی اس سے بہتر اور صحیح تر ترجمہ مشکل ہے۔ اس کارنامہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ اگر شاہ صاحب جیسے مقدس عالم اس کام کو اپنے وقت میں نہ کر گئے ہوتے تو آج ہندوستان کے علما ترکی و مصر کے علما کی طرح وہم کی اس قید و بند میں گرفتار ہوتے کہ آیا قرآن پاک کا دوسری زبان میں ترجمہ جائز بھی ہے یا نہیں؟ مگر بحمد اللہ کہ شاہ صاحب کے اس عمل خیر نے اس ہنگامہ کو ہندوستان میں ہمیشہ کیلئے فرو کر دیا۔ شاہ صاحب کے اس ترجمہ نے لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کو دین کی راہ بتائی۔'' [مقالاتِ سلیمان: ۲/ ۴۸]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ) نے قرآنِ مجید کا تحت اللفظ ترجمہ کیا، جو اپنی احتیاطوں اور مصنف کے علمی تبحر و اخلاص کی وجہ سے بہت مقبول ہوا۔'' [تاریخ دعوت و عزیمت: ۵/ ۱۴۹]

تفسیر آیتِ نور (عربی)

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کی سورۂ نور کی آیت ۳۵ ﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ کی تفسیر ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ یہ بے مثال رسالہ ایک مقدمہ، ایک مقصد، ایک تکملہ اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ اس کے مقدمہ میں محدثینِ عظام، متکلمین، صوفیائے کرام، فلاسفہ اور اپنے والد گرامی شاہ ولی اللہ پر مشتمل پانچ گروہ ایسے بتائے ہیں جو معارفِ الٰہیہ (حقائق) پر بحث کرتے ہیں۔ [شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات: ص ۱۴۸]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کتاب کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی نے نزهة الخواطر میں شاہ رفیع الدین کے حالات میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ قول نقل کیا ہے:

''بخدا اس باب میں مصنف نے حیرت انگیز کمالات دکھائے ہیں گودے سے اُوپر کے چھلکے کو دور کیا ہے اور دلوں کو شیشوں کے چراغ سے جگمگا دیا ہے اور انتہائی نئے انداز سے روحوں کو آرام دیا ہے۔'' [نزهة الخواطر: ۷/ ۱۸۳]

مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

''شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کا رسالہ 'تفسیر آیتِ نور' شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب 'سطعات' کی تکمیل ہے۔''

[شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک: ص ۱۲۱]

یہ کتاب ۱۹۶۴ء میں مولانا عبدالحمید سواتی نے گوجرانوالہ سے شائع کی۔

تفسیر سورۃ بقرہ (تفسیر رفیعی)

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کا دوسرا تفسیری کارنامہ ان کی تفسیر سورہ بقرہ ہے جو 'تفسیر رفیعی' کے نام سے شائع

ہوئی ہے۔ یہ تفسیر ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ عوام الناس کو مدنظر رکھ کر یہ تفسیر املا کرائی گئی ہے۔ یہ تفسیر ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں شائع ہوئی۔

نمونہ کلام

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [البقرۃ: ۶]

''بے شک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے، وہ ایمان نہ لائیں گے۔''

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اس سے مراد ابوجہل اور ابولہب جیسے سرکش اور ہٹ دھرم کفار ہیں جن کو ڈرانا، نہ ڈرانا برابر ہے مگر حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے جو تفسیر کی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں:

''یعنی جو خدا کے علم میں کافر مقرر ہوئے ان کو کسی طرح سمجھاؤ ایمان نہیں لاتے۔'' [تفسیر رفیعی: ص۶]

اس کے بعد وہ انذار کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان کے سمجھانے میں فائدہ یہ ہے کہ اوّل ان کا کفر ثابت ہو کہ بن حکم نافرمانی کیونکر ہوتی اور دوسرے کارخانہ جزا والوں کو حکمت معلوم ہو جائے کہ ان کو یہ عذاب کیا جائے، تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو ڈر ہو کہ حکم نہ ماننے سے یہ خرابی ہوتی ہے۔'' [ایضاً]

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ

شاہ عبدالقادر، شاہ ولی اللہ دہلوی کے تیسرے فرزند تھے، ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ دس سال کے تھے کہ شاہ ولی اللہ نے رحلت فرمائی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، اس کے بعد علومِ اسلامیہ کی تکمیل اپنے برادرِ اکبر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کی، مولانا شاہ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) سے بھی استفادہ کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد دہلی کی اکبر آبادی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی پوری زندگی اسی مسجد کے ایک حجرے میں بسر کر دی۔ ۱۹/ رجب ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء کو وفات پائی۔ شاہ عبدالقادر علم و فضل کے اعتبار سے جامع الکمالات تھے۔ محترمہ ڈاکٹر ثریا ڈار صاحبہ لکھتی ہیں:

''بلاشبہ شاہ عبدالقادر صاحب فاضل اجل، عالم کامل، محدث و مفسر، فقیہ و واعظ، متقی و پرہیزگار، منکسر المزاج اور خلق و تواضع میں بے مثل تھے۔''

سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

''شاہ عبدالقادر صاحب کو فقہ و تفسیر و حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا۔'' [مقالات سلیمان: ۲/ ۴۸]

مولانا محمد رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

''شاہ عبدالقادر قدرتی طور پر مستغنی المزاج تھے، آپ کی طبیعت میں استغنا کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہ تھا کہ آپ ابتدا سے تا دمِ وفات دُنیائے فانی اور جلد مٹ جانے والے ساز و سامان سے متنفر رہے اور دنیاوی تجملات آپ کے آگے سراب سے زیادہ وقعت و قدر نہیں رکھتے تھے، آپ اہل دنیا اور ان کے تمام جھگڑوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے اپنی عمر کا پورا حصہ اکبر آبادی مسجد کے ایک حجرے میں بسر کر دیا۔ دُنیا کی ملمع کاری زینت اور اس کے بے ہودہ ساز و سامان کو کبھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا اور شب و روز اطاعت

خداوندی میں مصروف رہے۔“ [حیاتِ ولی: ص ۶۳۸]

شاہ عبدالقادر کے علم وفضل کا اعتراف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی کیا ہے، جب آپ دفن کے وقت ان کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے، تو فرماتے تھے۔

إنا لا ندفن الإنسان بل ندفن العلم والعرفان [شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات: ص ۱۵۷]

”ہم کسی انسان کو دفن نہیں کر رہے بلکہ علم وعرفان کو دفن کر رہے ہیں۔“

ترجمہ وتفسیر موضح القرآن

شاہ عبدالقادر نے اُردو میں قرآنِ مجید کا بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر موضح القرآن لکھی۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ پچھلی دو صدیوں کے اربابِ نظر علما ومفسرین نے اس کو خراجِ تحسین پیش کیا اور اسے ایک الہامی کارنامہ قرار دیا ہے، اسی طرح ہر دور کے علما نے موضح القرآن کو بھی مصدر و ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے تفسیری حواشی میں اور مولانا محمد حنیف ندویؒ نے اپنی تفسیر سراج البیان میں شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ کو اُسوہ ورہنما بنایا ہے۔ اور اربابِ سیر اور سوانح نگاروں نے اس ترجمہ کی بہت زیادہ تعریف وتوصیف کی ہے۔

مولانا محمد رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

”قرآنِ مجید کے اُردو ترجمے اور تفسیر موضح القرآن کے علاوہ مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی کی اور کوئی تصنیف مجھے دستیاب نہیں ہوئی لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کی یہی دونوں دینی خدمتیں ایسی مبارک اور نیک نتیجہ ہیں جن پر ہزار ہا تصنیفات قربان کی جاسکتی ہیں ...... ترجمہ قرآنِ مجید جناب شاہ عبدالقادر صاحب کی ایک حیرت انگیز کرامت ہے جس کے سامنے تمام ہندوستانی علما نے سرِ تسلیم خم کر دیئے ہیں اور اس جیسا ترجمہ لکھنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ ایک فاضل کا یہ قابل قدر قول بے شک آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ اگر اُردو زبان میں قرآنِ مجید نازل ہوتا تو انہی محاورات کے لباس سے آراستہ ہوتا جن کی رعایت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اس ترجمے میں پیش نظر رکھی ہے۔“

[حیاتِ ولی: ص ۶۳۸-۶۴۱]

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

”شاہ صاحب (ولی اللہ) کے فارسی ترجمہ کے بعد بہت جلد اُردو میں ترجمہ قرآن کی ضرورت محسوس ہوئی کہ بارہویں صدی کے آخری حصہ میں اُردو نے فارسی کی جگہ لینی شروع کر دی تھی اور اُردو میں تحریر وتصنیف کا کام شروع ہوگیا تھا، اس ضرورت اور انقلابِ حال کو سب سے پہلے خود شاہ صاحب کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالقادر (م ۱۲۳۰ھ) نے محسوس کیا اور ۱۲۰۵ھ میں گویا شاہ صاحب کے ترجمہ کے پچاس برس بعد انہوں نے بامحاورہ اُردو میں اس کا ایسا ترجمہ کیا جس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآنِ مجید کا کسی غیر عربی زبان میں ایسا کامیاب اور شگفتہ ترجمہ جس میں زیادہ سے زیادہ قرآنی الفاظ کی روح آئی ہو، ابھی تک علم میں نہیں۔“ [تاریخ دعوت وعزیمت: ۵/ ۱۴۸]

نمونہ تفسیر موضح القرآن

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ [آل عمران: ۹۲]

''ہرگز نہ پہنچو گے نیکی کی حد کو جب نہ خرچ کرو کچھ ایک جس سے معیت رکھتے ہو، اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے۔''

اس آیت میں بظاہر مسلمانوں کو خطاب ہے مگر یہ آیت ذکرِ یہود کے سیاق میں آئی ہے، چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ نے اس کی تشریح یوں کی ہے:

''یعنی جس چیز سے دِل بہت لگا ہو، اس کا خرچ کرنا بڑا درجہ ہے، اور ثواب ہر چیز میں ہے۔ شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے...... اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں۔'' [موضح القرآن: ص۹۲]

شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادگان کے صحیح سن ولادت ووفات

بعض سوانح نگاروں سے شاہ ولی اللہ دہلوی کے صاحبزادگان کے سن ولادت اور سن وفات میں تسامحات ہوئے ہیں، مثلاً مولوی ابویحییٰ امام خان نوشیروی نے اپنی کتاب تراجم علمائے حدیث ہند میں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کا سن وفات ۱۲۴۹ھ لکھا ہے اور علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی یہ سن وفات لکھا ہے [مقالات سلیمان: ۲/ ۴۸]، شاہ عبدالقادر دہلوی کا سن وفات صاحب تراجم علمائے حدیث نے ۱۲۴۲ھ بتایا ہے اور سید صاحب نے بھی یہی سن وفات بتایا ہے [مقالاتِ سلیمان: ۲/ ۴۸]

صحیح سن ولادت وسن وفات

	سن ولادت	سن وفات
شاہ عبدالعزیزؒ	۲۵ ر رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ	۷ ر شوال ۱۲۳۹ھ
	۱۰ ر اکتوبر ۱۷۴۶ء	۱۸۲۲ء
شاہ رفیع الدینؒ	۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء	۶ ر شوال ۱۲۳۳ھ / ۹۔ اگست ۱۸۱۸ء
شاہ عبدالقادرؒ	۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء	۱۹ ر رجب ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء
شاہ عبدالغنیؒ	۱۱۷۰ھ / ۱۷۵۶ء	۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲ء

☆ ...... ☆ ...... ☆

پسندیدہ شعر بھجوائیں اور ماہنامہ رُشد مفت حاصل کریں!

ہم صبح پرستوں کی یہ ریت پرانی ہے ہاتھوں میں قلم ہوں گے یا ہاتھ قلم ہوں گے

ادارۂ رُشد باذوق قارئین کیلئے ایک نیا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ اپنا منتخب کردہ بہترین شعر (اُردو، عربی) ہمیں بھجوایئے، پہلے تین بہترین اَشعار بھیجنے والوں کو رُشد کا ایک شمارہ فری اِرسال کیا جائیگا۔ ان شاء اللہ